میں دھنس گئے حضرت ارمیا (علیہ السلام) نے عرض کیا اے میرے رب تیرا وعدہ کیا ہوا، ندا آئی ان پر جو عذاب آیا وہ صرف تیری بددعا سے آیا ہے اس وقت حضرت ارمیا کو معلوم ہوا کہ وہ شخص حقیقت میں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا اس کے بعد ارمیا جنگل کو نکل گئے۔

بخت نصر نے آکر بیت المقدس کو تباہ کر دیا اور ملک شام کو روند ڈالا، اسرائیلیوں کو قتل کیا اور قیدی بنایا، یہی وہ پہلی سزا تھی جو اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کی بے جا حرکتوں کی وجہ سے دی تھی۔

جب بخت نصر لوٹ کر بابل کو چلا گیا تو ارمیا اپنے گدھے پر سوار ہو کر (جنگل سے واپس) آئے آپ کے ساتھ توشہ دان میں کچھ عرق انگور اور ایک ٹوکری انجیر تھے آکر بیت المقدس پر ٹھہر گئے اور تباہی کو دیکھ کر بولے اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا پھر آپ نے رسی سے گدھے کو باندھا اور اللہ نے آپ پر نیند مسلط کر دی۔

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ پس اللہ نے انکو مار ڈالا (یعنی موت نما نیند مسلط کر دی) سعید بن منصور نے حسنؒ بصری کا قول اور ابن ابی حاتم نے قتادہ کا قول نقل کیا کہ یہ نیند چاشت کے وقت شروع ہوئی تھی پھر

مِائَةَ عَامٍ سو برس تک وہ مردہ رہا، گدھا، انگور اور انجیروں کا ٹوکرا بھی ان کے پاس ہی رہا، اللہ نے لوگوں کی نظروں سے ان کو چھپا دیا کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا، ستر سال اسی حالت پر گزر گئے۔ ستر برس کے بعد اللہ نے ایک فرشتہ نوشک شاہ فارس کے پاس بھیجا فرشتے نے جا کر کہا اللہ تجھے حکم دیتا ہے کہ بیت المقدس اور ایلیا کی از سر نو تعمیر کر، تاکہ یہ پہلے سے زیادہ آباد ہو جائیں، حسب الحکم نوشک نے آبادکاری شروع کر دی ادھر ایک مچھر بخت نصر کے دماغ میں گھس گیا اور اللہ نے مچھر کے ذریعہ سے اس کو ہلاک کر دیا اور جو اسرائیل بابل میں اس وقت تک زندہ رہ گئے تھے ان کو رہائی دلا دی وہ سب بیت المقدس اور اس کے مضافات میں واپس آگئے اور تیس برس میں پہلے سے بہتر آبادی ہو گئی اس وقت اللہ تعالیٰ نے ارمیا (علیہ السلام) کو پھر زندہ کر کے۔

ثُمَّ بَعَثَهٗ اٹھا دیا یہ وقت غروب آفتاب سے کچھ پہلے کا تھا اللہ نے آپ کے پاس ایک فرشتہ بھیجا اور

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ اس نے ارمیاؑ سے پوچھا آپ کا یہاں توقف کتنا ہوا، ارمیاؑ کو خیال ہوا کہ یہ یوم خواب کا ہی سورج ہے (جو قریب غروب ہے) اس لئے

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا کہا کہ میں ایک دن یہاں ٹھہرا پھر سورج کی طرف منہ موڑ کر دیکھا تو سورج کو قریب غروب دیکھ کر فرمایا

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ یا دن سے کچھ کم

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فرشتہ نے کہا نہیں، بلکہ آپ یہاں سو برس رہے۔

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ اب اپنے کھانے پینے یعنی انجیر اور عرق کو دیکھ لو کہ

لَمْ يَتَسَنَّهْ کوئی چیز بھی نہیں بگڑی ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انجیر ابھی درخت سے توڑے گئے ہیں اور عرق ابھی نچوڑا گیا ہے، کسائی نے کہا گویا برسہا برس کی مدت ان پر نہیں گزری تھی، حمزہ، کسائی اور یعقوب نے حالت وصل میں لَمْ يَتَسَنَّهْ کی ہاء کو حذف کر کے يَتَسَنَّ پڑھا ہے لیکن حالت وقف میں باقی رکھا ہے اسی طرح آیت فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ میں بھی اصحاب ثلاثہ کی یہی قرأت ہے جو لوگ ہاء کو حذف نہیں کرتے وہ اس کو اصلی (یعنی مادہ کی) ہا قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ لفظ سَنَةٌ سے بنا ہے اور سَنَةٌ کی تاء اصل میں ہا تھی اور سَنَةٌ کی اصل سنہۃ تھی کیونکہ سَنَةٌ کی تصغیر سُنَيْهَةٌ آتی ہے اور مصدر مُسَانَهَةٌ آتا ہے لیکن اگر اس کو اصلی ہا نہ کہا جائے اور لام کلمہ میں اصلاً واؤ قرار دیا جائے تو یہ ہاء سکتہ ہو گی واؤ کو فتحہ ما قبل کی وجہ سے الف سے بدل دیا پھر الف کو حذف کر دیا اور ہا سکتہ حالت وقف میں بڑھا دی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ لَمْ يَتَسَنَّهْ کی اصل لَمْ يَتَسَنَّنْ تھی (اصل مادہ سنّ ہے) اَلْحَمَاِ الْمَسْنُوْنِ کا اور اس کا ایک مادہ ہے تیسرے نون کو حرف علت سے بدل دیا

تفسیر مظہری
تالیف
دارالاشاعت

تعاقب کرتی ہے اگر روح کوئی محسوس چیز نہ ہوتی تو انسانی نظر آخر کس چیز کا تعاقب کرتی ہے؟ اس کے بعد احادیث میں ہے وہ روح عالم برزخ میں پہلے والوں سے ملتی ہے، پہلے والے انسان نو وارد روح سے دنیا والوں کا حال احوال پوچھتے ہیں۔ اگر روح کو کوئی صورت نہ ہوتی تو آخر پہلے پہنچے ہوئے انسان اس تازہ روح کو کس طرح پہچانتے ہیں اور یہ نو وارد روح ان کو کس طرح پہچانتی ہے کہ یہ میرے فلاں عزیز یا دوست ہیں؟ ضرور ان ارواح کو کوئی جانی پہچانی صورت ملی ہوئی ہے۔ جس کو دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور حال احوال کرتے ہیں۔ شہیدوں کے لیے تو حدیث میں آتا ہے کہ ان کو سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں رکھا گیا ہے جہاں وہ اللہ کا دیا ہوا رزق حاصل کر رہے ہیں بس آپ کے سوال کا جواب اسی میں ہے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارک تو اپنی اپنی قبروں میں مدفون ہیں لیکن ان کے پاک اور طیبہ ارواح کو ضرور کوئی نہ کوئی صورت ملی ہوئی ہوگی اور وہ ارواح طیبہ آسمانوں پر اپنے اپنے مقام پر ان صورتوں میں موجود ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بھی ان کو دی ہوئی صورتوں کے ساتھ ہوئی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کیونکہ وہ وہاں پر اپنے جسم اطہر کے ساتھ موجود تھے پھر جس طرح دوسرے مسلمانوں کی ارواح مرنے کے بعد آپس میں ملتے ہیں اور حال احوال لیتے ہیں اس طرح اگرچہ کسی بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ گفتگو ہوئی جب کہ عام مومنوں کے ارواح کی بھی یہی حالت ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور حال احوال لیتے ہیں۔ تو انبیاء کی ارواح کو بوجہ اتم واعلیٰ یہ سعادت اور صورت حال حاصل ہے لہٰذا ان کی اس ملاقات وگفتگو میں نہ کوئی بُعد ہے نہ استحال نہ عجب اور نہ ہی کوئی غرابت اور ویسے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے آگے اس کے بارے میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رب کریم سب کچھ کرسکتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بعینہٖ اسی طرح ان انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح بیت المقدس میں لائی گئیں اور ان تمام ارواح نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (جس طرح احادیث میں وارد ہے)

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون
سلسلہ
فتاوی
علمائے
اہلحدیث
1
فتاویٰ راشدیہ
www.KitaboSunnat.com
سید محب اللہ شاہ الراشدی

وهم ألوفٌ حذَرَ الموتِ ، فقال لهم اللهُ : مُوتوا .

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثني يونسُ ، قال : أخبَرنا ابنُ وهبٍ ، [١٧/٨و] قال : قال ابنُ زيدٍ في قولِه : ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ خَرَجُوا۟ مِن دِيَـٰرِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ ﴾ . قال : قريةٌ كانت[١] نزل بها الطاعونُ . ثم اقْتَصَّ قصتَهم التي ذكَرناها في موضعِها عنه ، إلى أن بلَغ . ﴿ فَقَالَ لَهُمُ ٱللَّهُ مُوتُوا۟ ﴾ [البقرة : ٢٤٣] : في المكانِ الذي ذهَبوا يبتَغون فيه الحياةَ ، فماتوا ، ثم أحياهم اللهُ ، ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴾ [البقرة : ٢٤٣] . قال : ومرَّ بها رجلٌ وهي عظامٌ تلوحُ ، فوقَف ينظُرُ ، فقال : ﴿ أَنَّىٰ يُحْىِۦ هَـٰذِهِ ٱللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ ٱللَّهُ مِا۟ئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُۥ ﴾ إلى قولِه : ﴿ لَمْ يَتَسَنَّهْ ﴾[٢] .

والصوابُ مِن القولِ في ذلك كالقولِ في اسمِ القائلِ : ﴿ أَنَّىٰ يُحْىِۦ هَـٰذِهِ ٱللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ . سواءٌ لا يختَلِفان .

٣١/٣ /القولُ في تأويلِ قولِه جل ثناؤُه : ﴿ وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا ﴾ .

يعنى تعالى ذكرُه بقولِه : ﴿ وَهِىَ خَاوِيَةٌ ﴾ : وهي خاليةٌ مِن أهلِها وسكانِها ، يقالُ مِن ذلك : خوَت الدارُ تَخْوِى خَواءً وخُوِيًّا . وقد يُقالُ للقريةِ : خَوِيَت . والأولُ أعْرَبُ وأفصحُ . وأما في المرأةِ إذا كانت نُفَساءَ فإنه يقالُ : خَوِيت تَخْوَى خَوًى . مَنقُوصًا ، وقد يُقالُ فيها : خوَتْ تَخْوِى . كما يُقالُ في الدارِ ، وكذلك : خَوَى

(١) في ص ، م ، ت ١ ، ت ٢ ، ت ٣ ، س : « كان » .

(٢) تقدم بتمامه في ص ٤٢٠ .

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

(٢٢٤هـ - ٣١٠هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية

بدار هجر

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الرابع

هجر

للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

شروع کیے چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر سے بے سروسامانی تھی یہ مقابلہ میں شہید ہوگئے اور اس حدیث شریف کے مصداق ہوگئے۔ من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد و من قتل دون مظلمته فهو شهيد (كلها في جمع الفوائد)

شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لیے ظاہر کردیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔

جدّ اعلیٰ حضرت فرخ شاہ

حضرت والا کے جدّ اعلیٰ فرخ شاہ کابلی کا حال تتمات تنبیہات وصیت سے مع حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔

نمبرا۔ منقول از ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات وصیت بابت منتصف اخیر ۱۳۳۶ھ مطبوعہ الامداد ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

مضمون ثالث (ط) شیوخ تھانہ بھون و حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ و حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ و حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ یہ سب سلطان شہاب الدین الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں جن کی نسبت زبدۃ المقامات میں ہے۔

''مردے از اجلہ امراء و اعاظم وزراء سلاطین کابل بودہ نخستیں نزیل ہندوستان اوست کہ از غزنین و کابل بدیار ہند آمد گویند وے باوصاف خجستہ موصوف بود' و بترویج اسلام و توہین عبدۂ اصنام معروف۔

نمبر۲۔ (منقول از تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت بابت منتصف ۱۳۳۷ھ مندرجہ رسالہ النور جو غالباً ماہ جمادی الاخریٰ یا رجب ۱۳۳۷ ہجری کا ہے۔)

اشرف السوانح

جلد اوّل - جلد دوم

کمپیوٹر ایڈیشن... خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ
کی نایاب رنگین تصاویر کے ساتھ

حکیم الاُمت مُجدد المِلّت حضرت مولانا
محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

روى عن الزهرى ولم يَرَهُ . وقال شعبة : اكتبوا عن حجاج بن أرطاة ، وابن إسحاق؛ فإنهما حافظان .

عمر بن على المقدَّمى ، عن حجاج بن أرطاة ، عن مكحول ، عن ابن مُحَيْرِيز ، سألت فضالة بن عبيد ؛ أرأيت تعليق اليد فى العنق من السنَّة ؟ قال : نعم ، أُتى رسولُ الله صلى الله عليه وسلم بسارقٍ ، فأمر به ، فقطع ؛ ثم أمر بيده فعلِّقت فى عنقه .

قال ابن حبان : كان حجاج صَلِفا ، خرج مع المهدى إلى خراسان ، فولّاه القضاء، ومات مُنْصَرَفه من الرى سنة خمس وأربعين ومائة .

تركه ابن المبارك ، ويحيى القطان ، وابن مهدى ، وابن معين ، وأحمد ؛ كذا قال ابن حبان . وهذا القولُ فيه مجازفة ؛ ثم قال : سمعتُ محمد بن الليث الوارق ، سمعت محمد بن نصر ، سمعت إسحاق بن إبراهيم الحنظلى ، عن عيسى بن يونس ، قال : كان الحجاج بن أرطاة لا يحضر الجماعة ؛ فقيل له فى ذلك ؛ فقال : أحضر مسجدكم حتى يزاحمنى فيه الحمّالون والبقالون !

وروى غيرُ واحدٍ أنّ الحجاج بن أرطاة قيل له : ارتفع إلى صَدْرِ المجلس ؛ فقال: أنا صَدْرٌ حيث كنت .

وكان يقول : أهلكنى حبُّ الشرف . وقد طوَّل ابن حبان وابن عدى ترجمته وأفادا ؛ وأكثر ما نُقِم عليه التدليس ، وفيه تِيهٌ لا يليقُ بأهْلِ العلم .

قال النسائى — ذكر المدلسين : الحجاج بن أرطاة ، والحسن ، وقتادة ، وحميد ، ويونس بن عبيد ، وسليمان التيمى ، ويحيى بن أبى كثير ، وأبو إسحاق ، والحكم، وإسماعيل بن أبى خالد ، ومغيرة ، وأبو الزبير ، وابن أبى نَجيح ، وابن جريج ، وسعيد ابن أبى عَروبة ، وهُشيم ، وابن عيينة .

قلت : والأعمش ، والوليد بن مسلم ، وبَقِيَّة ، وآخرون .

١٧٢٧ — حجّاج بن الأسود . عن ثابت البُنَانى . نكرة . ما روى عنه فيما أعلم سوى مستلم بن سعيد ؛ فأتى بخبرٍ منكر ، عنه ، عن أنس فى أنّ الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلّون . رواه البيهقى .

مِيزَانُ الاعْتِدَالِ
فِي نَقْدِ الرِّجَالِ

تأليف

أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي
المتوفى سنة ٧٤٨ هجرية

تحقيق

علي محمد البجاوي

دار المعرفة
بيروت - لبنان
ص.ب : ٧٨٧٦

نہیں معلوم ہوسکی۔ البتہ خود اس ناکارہ کے ذہن میں خواب ہی میں یا جاگتے وقت دو خوابوں کے درمیان میں اس لئے کہ اسی وقت دوبارہ بھی اسی قسم کا خواب دیکھا تھا یہ خیال آیا کہ اس کا مصداق مولانا جامی نوراللہ مرقدہٗ کی وہ مشہور نعت ہے جو یوسف زلیخا کے شروع میں ہے۔ جب اس ناکارہ کی عمر تقریبًا دس گیارہ سال کی تھی، گنگوہ میں اپنے والدصاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کتاب پڑھی تھی اسی وقت ان کی زبانی اس کے متعلق ایک قصّہ بھی سنا تھا اور وہ قصّہ ہی خواب میں اس کی طرف ذہن کے منتقل ہونے کا داعیہ بنا قِصّہ یہ سُنا تھا کہ مولانا جامی نوّراللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہٗ یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہوکر اس نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منوّرہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیرِ مکّہ نے خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں۔ امیرِ مکّہ نے ممانعت کردی۔ مگر ان پر جذب وشوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منوّرہ کی طرف چل دیئے۔ امیرِ مکّہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضورؐ نے فرمایا وہ آرہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اوران کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا اُن پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہوکر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے، اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لئے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا۔

اس قِصّہ کے سننے میں یا یاد میں تو اس ناکارہ کو تردّد نہیں لیکن اس وقت اپنے ضعفِ بینائی اور امراض کی وجہ سے مراجعتِ کتب سے معذوری

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اے ایمان والو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود اور خوب سلام بھیجو

مُؤلّفہ

رأس المحدثین حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد زکریا صاحب مد ظلہ
شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

جس میں
درود شریف کے فضائل اور نہ پڑھنے پر وعیدیں اور خاص خاص درودوں کے فضائل اور آداب و مسائل اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ اور درود شریف کے متعلق پچاس ۵۰ قصے ذکر کئے گئے ہیں۔

مدینہ پبلشنگ کمپنی
مشہور محل۔ میکلوڈ روڈ۔ کراچی
(مشہور آفسٹ پریس کراچی)

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس مسیحیت سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی کی تائید میں بطور نمونہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں لکھتا ہوں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		کے پاس گر پڑا ہے اور سخت چوٹ آئی ہے اور کُرتہ خون سے بھر گیا ہے۔ خدا کی قدرت کہ ابھی اس کشف پر شاید تین منٹ سے زیادہ نہیں گذرے ہونگے کہ میں دالان سے باہر آیا اور مبارک احمد کہ شاید اُس وقت سوا دو سال کا ہوگا چارپائی کے پاس کھڑا تھا بچوں کی طرح کوئی حرکت کر کے پیر پھسل گیا اور زمین پر جا پڑا اور کپڑے خون سے بھر گئے اور جس طرح عالم کشف میں دیکھا تھا اُسی طرح ظہور میں آگیا۔ اس واقعہ کی بہت سی عورتیں خادمہ وغیرہ جو ہمارے گھر میں ہیں گواہ ہیں۔	
نشان نمبر ۹۵	۱۹۰۱ء	ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد میرا چھوٹا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ اس سے چند دنوں کے بعد مبارک احمد کو سخت تپ ہوا اور آٹھ دفعہ غش ہو کر آخری غش میں ایسا معلوم ہوا کہ جان نکل گئی ہے آخر دعا شروع کی اور ابھی میں دعا میں تھا کہ سب نے کہا کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے۔ تب میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو نہ دم تھا نہ نبض تھی آنکھیں میّت کی طرح پتھرا گئی تھیں۔ لیکن دعا نے ایک خارق عادت اثر دکھلایا اور میرے ہاتھ رکھنے سے ہی جان محسوس ہونے لگی یہانتک کہ لڑکا زندہ ہو گیا اور زندگی کے علامات پیدا ہو گئے۔ تب میں نے بلند آواز سے حاضرین کو کہا کہ اگر عیسیٰ بن مریم نے کوئی مُردہ زندہ کیا ہے تو اس سے زیادہ ہرگز نہیں یعنی اسی طرح کا مُردہ زندہ ہوا ہوگا نہ کہ وہ جسکی جان آسمان پر پہنچ چکی ہو اور ملک الموت نے اسکی رُوح کو قرار گاہ تک پہنچا دیا ہو۔[1]	

[1] اس واقعہ کے قادیان میں رہنے والے بہت سے مرد اور عورتیں گواہ ہیں۔

ٹائٹل طبع اوّل

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم

خدائے تعالیٰ کے بے انتہا احسانوں میں سے یہ بھی ایک عظیم الشان فضل و احسان ہے۔
کہ کتاب مستطاب فیح یقان و عرفان مسمّی بہ

نزول المسیح

فی آخر الزمان

خود مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے نکلی ہوئی جس کا نزول جمالی اور جلالی
رنگوں میں حضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پیشگوئیوں کے
مطابق (جو آخری زمانہ کے متعلق تھیں) اسوقت کے اولوا الالباب و اولوا الابصار
نے برأی العین مشاہدہ کیا

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپکر کمترین مہدی حسین مہتمم کتب خانہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے زیر نگرانی شائع ہوئی۔ ٹائٹل پیج مطبع میگزین قادیان میں چھپ کر طیار ہوا۔

بار اوّل تعداد اشاعت ۲۶۰۰

شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ

ماہ اگست ۱۹۰۹ء

قیمت ۳ر

قال ابن القيم : وهذا القول إن أريد به أنها ملازمة للقبور ولا تفارقها ، فهو خطأ يرده الكتاب والسنّة ، وعرض المقعد لا يدل على أن الروح في القبر ولا على فنائه ، بل إن اتصالها به يصح أن يعرض عليها مقعدها ، فإن للروح شأناً آخر فتكون في الرفيق الأعلى وهي متصلة بالبدن بحيث إذا سلم المسلم على صاحبها رد عليه السلام، وهي في مكانها هناك ، وهذا جبريل عليه السلام رآه النبي ﷺ ، وله ستمائة جناح . منها جناحان سدّا الأفق ، فكان يدنو من النبي ﷺ حتى يضع ركبتيه على ركبتيه ، ويديه على فخذيه ، وقلوب المخلصين تتسع للايمان بأن من الممكن أنه كان يدنو هذا الدنو وهو في مستقره من السموات .

وفي الحديث في رؤية جبريل ، فرفعت رأسي فإذا جبريل صاف قدميه بين السماء والأرض يقول يا محمد ! أنت رسول الله ﷺ ، وأنا جبريل ، فجعلت لا أصرف بصري إلى ناحية إلا رأيته كذلك ، وعلى هذا يحمل تنزله تعالى إلى سماء الدنيا ، ودنوه عشية عرفة ونحوه ، فهو منزه عن الحركة والانتقال ، وإنما يأتي الغلط هنا من قياس الغائب على الشاهد ، فيعتقد أن الروح من جنس ما يعهد من الأجسام التي إذا اشغلت مكاناً لم يمكن أن تكون في غيره ، وهذا غلط محض ، وقد رأى النبي ﷺ ليلة الإسراء موسى قائماً يصلي في قبره ، ورآه في السماء السادسة، فالروح كانت هناك في مثل البدن ولها اتصال بالبدن بحيث يصلي في قبره ، ويرد على من يسلّم عليه ، وهو في الرفيق الأعلى ، ولا تنافي بين الأمرين ، فإن شأن الأرواح غير شأن الأبدان ، وقد مثل ذلك بعضهم بالشمس في السماء وشعاعها في الأرض وإن كان غير تام للمطابقة من حيث أن الشعاع إنما هو عرض للشمس ، أما الروح فهي بنفسها تنزل ، وكذلك رؤية النبي ﷺ الأنبياء في ليلة الاسراء في السموات . الصحيح أنه رأى فيها الأرواح في مثل الأجسام مع ورود أنهم أحياء في قبورهم يصلون .

وقد قال النبي ﷺ : « مَنْ صلّى عليّ عند قبري سمعته ومَنْ صلّى عليّ نائياً بلغته » . أخرجه البيهقي في الشعب من حديث أبي هريرة.

وقال : « إنّ الله وكّل بقبري ملكاً أعطاه أسماء الخلائق فلا يصلي عليّ

بشرح حال الموتى والقبور

للحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطي

المتوفى سنة ٩١١ هـ

دار الهدى

جسم کی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ایک جگہ ہو گی تو دوسری جگہ سے غائب ہو گی۔

موسیٰ علیہ السلام مزار میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور پھر چھٹے آسمان پر بھی دیکھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ کی روح جسم مثالی میں قبر کے اندر موجود تھی اور اسے ایک خاص قسم کے جسم سے اتصال حاصل ہے کہ وہ نماز بھی ادا کریں اور سلام کرنے والوں کو جواب بھی دے سکیں اور دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں۔

مثال

بعض حضرات نے اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے آفتاب اور اس کی شعاعوں کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے کہ آفتاب آسمان پر ہوتا ہے اور اس کی شعاعیں زمین پر لیکن یہ مثال کچھ چسپاں نہیں ہوتی۔ کیوں کہ شعاعیں آفتاب کے لئے عرض ہیں لیکن روح تو خود زمین پر اترتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام شب معراج میں

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا اجسام مثالیہ کے ساتھ تھا۔ نیز احادیث میں انبیاء علیہم السلام کا قبر میں زندہ ہونا اور نماز پڑھنا ثابت ہے۔

درود شریف سے استدلال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں اس کا درود خود بخود سن لیتا ہوں اور جو دور رہ کر درود پڑھتا ہے اس کا درود میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔!

! اس حدیث سے ثابت کرنا کہ حضور علیہ السلام خود کسی کا درود نہیں سنتے جہالت ہے اس لئے کہ اعمال بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچائے جاتے ہیں الخ۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ سماع من قصود (اویسی غفرلہ)

شرح الصدور

تالیف

حضرت علامہ جلال الدین السیوطی الشافعی علیہ الرحمۃ

اخبرنا محمد بن الحسين القطان قال انا دعلج (بن احمد ـ ١) ثنا احمد بن على الابار قال قال ابو غسان يعنى زنيجا قال جرير كنت اذا سمعت الحديث جئت به الى المغيرة فعرضته عليه فما قال لى ألقه ألقيته .

باب ذكر ما يقبل فيه خبر الواحد وما لا يقبل فيه

خبر الواحد لا يقبل فى شيء من ابواب الدين المأخوذ على المكلفين العلم بها والقطع عليها، والعلة فى ذلك انه اذا لم يعلم ان الخبر قول رسول الله (٢) صلى الله عليه وآله وسلم كان ابعد من العلم بمضمونه ، فأما ما عدا ذلك من الاحكام التى لم يوجب علينا العلم بأن النبى صلى الله عليه وآله وسلم قررها وأخبر عن الله عزوجل بها فان خبر الواحد فيها مقبول والعمل به واجب ويكون ما ورد فيه شرعا لسائر المكلفين ان يعمل به، وذلك نحو ما ورد فى الحدود والكفارات وهلال رمضان وشوال وأحكام الطلاق والعتاق والحج والزكاة والمواريث والبياعات والطهارة والصلاة (٣) وتحريم المحظورات .

ولا يقبل خبر الواحد فى منافاة حكم العقل وحكم القرآن الثابت المحكم والسنة المعلومة والفعل الجارى مجرى السنة وكل دليل مقطوع به وانما يقبل به فيما لا يقطع به مما يجوز ورود التعبد به كالاحكام التى تقدم ذكرنا لها وما اشبهها مما لم نذكره .

باب القول فى تعارض الاخبار وما يصح التعارض فيه وما لا يصح

حدثت عن ابى احمد محمد بن محمد (بن احمد ١ ـ) بن اسحاق النيسابورى الحافظ قال سمعت ابابكر محمد بن اسحاق بن خزيمة يقول لا اعرف انه روى عن رسول الله (٤)

---

(١) من قط (٢) قط ـ للرسول (٣) قط ـ والصلوات (٤) قط ـ عن النبى .

صلى الله

ارواح شہدا پرندوں کی شکلیں اختیار نہیں کرتیں بلکہ پرندوں کے پیٹوں میں اس طرح سواری کرتی ہیں جیسے انسان ہوائی جہاز وغیرہ پر سواری کرتا ہے جیسا کہ حدیث مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ میں ارواحھم فی جوف طیر کے الفاظ اس کی واضح دلیل ہیں۔

پھر اہل سنت والجماعت جہاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شہدا کی ارواح عرش الٰہی کے نیچے قندیلوں کے اندر سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں موجود ہیں اور جنت کی سیاحت وطعام سے لطف اندوز ہوتی ہیں، وہاں ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ ان ارواح کا تعلق شہدا کے ابدان سے بھی قائم رہتا ہے جس سے ان کو حیات جسمانی حاصل ہوتی ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ:

"جمہور علما کا مسلک یہ ہے کہ شہدا کی حیات جسمانی ہے اس لیے کہ موت اور قتل کا تعلق جسم سے ہے اور یہی ظاہر آیت کا مفہوم ہے۔"........ (معارف القرآن ج ۱، ص ۲۲۹)

یعنی ارواح شہدا جس مقام پر بھی ہوں، ان کا تعلق اجساد شہدا سے بدستور قائم رہتا ہے

﴿ بائیسواں مغالطہ ﴾

حضرت گنگوہیؒ .... شیخ الاسلام!

بندیالوی صاحب نے اپنے پمفلٹ میں حیات وسماع انبیاء علیہم السلام کے قائلین کو خوف خدا سے عاری، عباد البطن، قبر پرستوں سے متاثر، ہٹ دھرم، ڈھیٹ، اور قرآن وحدیث سے تہی دامن وغیرہ القابات سے نوازا ہے لیکن قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو شیخ الاسلام تسلیم کرتے ہیں حالانکہ حضرت گنگوہیؒ حیات النبی ﷺ کے بارے میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہا نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر پاک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔"... (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱، ص ۱۰۰)

الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون
(شفاء السقام ص ۱۳۲ بحوالہ تسکین الصدور)
علمائے دیوبند کا
عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور
مولانا عطاء اللہ بندیالوی
تحقیق و تالیف
مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی
چیئرمین حق چار یار اکیڈمی گجرات
ناشر
حق چار یار اکیڈمی
مدرسہ حیات النبی، گجرات
0433-521644

الحقيقة ولذلك قال تعالى بعد التذكير بالجريمة ﴿والله مخرج ما كنتم تكتمون﴾ من الإيقاع بقوم برآء تهموتهم بالقتل لإخفاء القاتل لأنه لا يخفى عليه مكركم.

وأما قوله ﴿فقلنا اضربوه ببعضها كذلك يحيي الله الموتى﴾ فهو بيان لإخراج ما يكتمون. ويروون في هذا الضرب روايات كثيرة. قيل إن المراد اضربوا المقتول بلسانها وقيل بفخذها وقيل بذنبها ... وقالوا إنهم ضربوه فعادت إليه الحيـاة وقال: قتلني أخي أو ابن أخي فلان الخ ما قالوه؛ والآية ليست نصا في مجمله فكيف بتفصيله. والظاهر مما قدمنا أن ذلك العمل كان وسيلة عندهم للفصل في الدماء عند التنازع في القاتل إذا وجد القتيل قرب بلد ولم يعرف قاتله ليعرف الجاني من غيره، فمن غسل يده وفعل ما رسم لذلك في الشريعة برىء من الدم ومن لم يفعل ثبتت عليه الجناية. ومعنى إحياء الموتى على هذا حفظ الدماء التي كانت عرضة لأن تسفك بسبب الخلاف في قتل تلك النفس أي يحييها بمثل هذه الأحكام. وهذا الإحياء على حد قوله تعالى (٥:٣٢ ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا) وقوله (ولكم في القصاص حياة) فالإحياء هنا معناه الاستبقاء كما هو المعنى في الآيتين. ثم قال ﴿ويريكم آياته﴾ بما يفصل بها في الخصومات، ويزيل من أسباب الفتن والعداوات، فهو كقوله تعالى (٤:١٠٥ إنا أنزلنا إليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما أراك الله) وأكثر ما يستعمل مثل هذا التعبير في آيات الله في خلقه الدالة على صدق رسله. وليس عندي شيء عن شيخنا في تفسير هذه الجملة ولكنه قال في تعليلها ما يرجح القول الأول وهو ﴿لعلكم تعقلون﴾ أي تفقهون أسرار الأحكام وفائدة الخضوع للشريعة، فلا تتوهمون أن ما وقع مختص بهذه الواقعة في هذا الوقت، بل يجب أن تتلقوا أمر الله في كل وقت بالقبول من غير تعنت: قال تعالى:

(٧٤) ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِىَ كَٱلْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ ٱلْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ ٱلْأَنْهَٰرُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ

المشتهر باسم تفسير المنار

هذا هو التفسير الوحيد الجامع بين صحيح المأثور وصريح المعقول ، الذى يبين حكم التشريع ، وسنن الله فى الإنسان ، وكون القرآن هداية للبشر فى كل زمان ومكان ، ويوازن بين هدايته وما عليه المسلمون فى هذا العصر وقد أعرضوا عنها ، وما كان عليه سلفهم المعتصمون بحبلها ، مراعى فيه السهولة فى التعبير ، مجتنبا مزج الكلام باصطلاحات العلوم والفنون ، بحيث يفهمه العامة ، ولا يستغنى عنه الخاصة وهذه هى الطريقة التى جرى عليها فى دروسه فى الأزهر حكيم الإسلام

الأستاذ الإمام

الشيخ محمد عبده

(رضى الله عنه)

الجزء الأول

(تأليف)

السيد محمد رشيد رضا

منشئ المنار

الطبعة الثانية فى سنة ١٣٦٦ هـ - ١٩٤٧ م

أصدرتها دار المنار ١٤ شارع الإنشاء بالقاهرة

نہیں ہیں، یہ سب اس عالم مادی کے ترکیبات کا لازمہ ہیں۔ البتہ اُس جگہ مجردات ہیں۔ جن کا مادے سے تعلق نہیں ہے۔ لیکن وہ صریحی طور سے آخرت بھی نہیں ہے۔ یعنی گنہگاروں کے لیے ظلمت محض اور اطاعت گزاروں کے لیے نور محض نہیں ہے۔ لوگوں نے امامؑ سے سوال کیا کہ برزخ کا زمانہ کون ہے ؟ تو فرمایا۔ موت کے وقت سے اُس وقت تک جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے[1] اور قرآن مجید میں ارشاد ہے" اور ان کے پیچھے ایک برزخ ہے روز قیامت تک"[2،3]

عالم مثالی۔ بدن مثالی

برزخ کو عالم مثالی بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ اسی عالم کے مانند ہے۔ لیکن صرف صورت اور شکل کے لحاظ سے۔ البتہ مادّے اور خواص وخصوصیات کے لحاظ سے فرق رکھتا ہے۔ موت کے بعد ہم ایک ایسے عالم میں وارد ہوتے ہیں کہ یہ دنیا اس کے مقابلے میں ایسی ہی محدود ہے جیسے شکم مادر اس دنیا کی نسبت سے۔

برزخ میں تمہارا بدن بھی بدن مثالی ہے۔ یعنی شکل کے اعتبار سے تو بالکل اسی مادّی جسم کے مطابق ہے لیکن اس کے علاوہ جسم اور مادہ نہیں ہے بلکہ لطیف ہے اور ہوا سے بھی زیادہ لطیف۔ اس کے لیے کوئی چیز مانع نہیں ہے جس مقام پر بھی قیام کرے ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ اس کے لیے دیوار کے اِسطرف اور اُسطرف کا کوئی سوال نہیں ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ،

---

[1] ۔ من حین موتہ الی یوم یبعثون (بحار الانوار)

[2] ۔ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ [3] کتاب معاد ص۳۰۔

عالم برزخ
تحریر
آیۃ اللہ سید عبدالحسین دستغیب شیرازی

اگر تم اُس بدن مثالی کو دیکھو تو کہو گے کہ یہ تو بالکل وہی دنیاوی جسم ہے[1]
اس وقت اگر تم اپنے باپ کو خواب میں دیکھو تو اسی دنیاوی بدن میں
مشاہدہ کرو گے۔ لیکن ان کا جسم اور مادہ تو قبر کے اندر ہے، یہ صورت اور
بدن مثالی ہے۔ برزخی جسم۔

وہ آنکھیں رکھتا ہے۔ جو آنکھیں مادی آنکھوں کی ہم شکل ہیں لیکن اُن میں
چربی وغیرہ نہیں ہے، اُنمیں درد نہیں ہوتا، قیام قیامت تک دیکھتی رہیں
گی۔ وہ بخوبی دیکھ سکتی ہیں۔ نہ ان آنکھوں کی طرح کبھی کمزور ہوتی ہیں نہ
عینک وغیرہ کی احتیاج رکھتی ہیں۔ حکماء اور متکلمین اُس کو اُس تصویر سے
تشبیہ دیتے ہیں جو آئینے میں نظر آتی ہے لیکن اسی صورت میں کہ اسکے
اندر دو شرطیں پائی جاتی ہوں، ایک قیام بالذات، یعنی اس طرح
کہ خود اپنے وجود سے قائم ہو۔ نہ کہ آئینے اور دیگر ادراک و شعور کے
ذریعے بدن مثالی اپنی ذات پر قائم اور فہم و شعور کا حامل ہوتا ہے۔ اسکی
مثال وہی خواب ہیں جو تم دیکھتے ہو، کہ ایک چشم زدن میں طویل مسافتیں
طے کر لیتے ہو، کبھی مکے پہنچ جاتے ہو اور کبھی مشہد مقدس۔ اس عالم میں
ایسی طرح طرح کی کھانے پینے اور نوش کرنے کی چیزیں زیبا اور دلربا
صورتیں، اور نغمے موجود ہیں جن میں سے کسی ایک پر بھی دنیا والے
دسترس نہیں رکھتے لیکن مثالی جسموں کے اندر بسنے والی روحیں اُن تمام
چیزوں سے بہرہ اندوز ہوتی اور رزق حاصل کرتی ہیں[2] البتہ اس عالم میں

---

[1] ۔ لو رأیتہ لقلت ھو ھو (بحار الانوار)

[2] ۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹)

ہاں حدیث صحیح ہے نکالا ہے اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح (۲/۲۶۸) میں، امام احمد نے اپنی مسند (۳/۱۴۴ _ ۲۴۸)، (۵۹/۵ _ ۳۶۲ _ ۳۶۵) میں اور امام نسائی نے اپنی سنن (۱/۲۴۲) میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آیا،

اور ایک روایت میں ہے: میں گزرا موسیٰ علیہ السلام پر اسراء کی رات سرخ ٹیلے کے پاس اور آپ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے اور امام نسائی نے "کتاب قیام اللیل" میں اسے نکالا ہے "اللہ کے نبی موسیٰ کلیم اللہ کی نماز کا ذکر"

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم (۱/۹۴) "کتاب الاسراء بہ رسول اللہ" میں کہتے ہیں:

"اگر کہا جائے کہ وہ کیسے حج کرتے اور تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ اموات ہیں اور دار آخرت میں ہیں جو دار عمل نہیں تو جاننا چاہیے کہ جو کچھ اس سے ہمیں ظاہر ہوتا ہے۔

ہمارے مشائخ جواب دیتے ہیں۔

پہلا جواب: وہ مانند شہداء کے ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ نمازیں پڑھتے ہوں اور حج کرتے ہوں۔ جیسے کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔

اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہوں، کیونکہ وہ اگرچہ فوت ہو چکے ہیں لیکن وہ اسی دنیا میں ہیں جو دَارُ الْعَمَل ہے اور جب دنیا کے بعد آخرت آئے گی تو وہ دَارُ الْجَزَاء ہو گی اور عمل پھر منقطع ہو جائیگا۔ یہ جواب ضعیف ہے۔

دوسرا جواب:

آخرت کا عمل ذکر و دعا ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی "سبحان اللہ" (یونس: آیت: ۱۰)۔

تیسرا جواب:

یہ رؤیت خواب کی ہو اسراء کی رات کے علاوہ یا اسراء کی رات کے کسی حصے میں جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو کعبے کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ الحدیث۔

چوتھا جواب:

آپ ﷺ کو ان کی زندگی کے احوال کی جھلک دکھائی گئی اور آپ کو ان کی مثال دکھائی گئی کہ وہ کیسے حج کرتے تھے کیسے تلبیہ کہتے تھے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: "گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں" "گویا کہ میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں" "گویا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں یہ صحیح ہے۔

پانچواں جواب:

فتاویٰ

اردو

الدین الخالص

فضیلۃ الشیخ ابو محمد امین اللہ پشاوری

فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالقیوم

١

مکتبہ محمدیہ

سگل مارکیٹ گنج پشاور Mob: 0301-8828402

اس حدیث پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو قبرِ اطہر پر متعین ہے جو ساری دنیا کے صلوٰۃ و سلام حضورؐ تک پہنچاتا رہے۔ اور اس سے پہلی حدیث میں آیا تھا کہ اللہ کے بہت سے فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو حضورؐ تک اُمت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ جو فرشتہ قبرِ اطہر پر متعین ہے اس کا کام صرف یہی ہے کہ حضورؐ تک اُمت کا سلام پہنچاتا رہے۔ اور یہ فرشتے جو سیاحین ہیں یہ ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں درود ملتا ہے اس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ کسی بڑے کی خدمت میں اگر کوئی پیام بھیجا جاتا ہے اور مجمع میں اس کو ذکر کیا جاتا ہے تو ہر شخص اس میں فخر اور تقرب سمجھتا ہے کہ وہ پیام پہنچائے۔ اپنے اکابر اور بزرگوں کے یہاں یہ منظر بارہا دیکھنے کی نوبت آئی پھر سید الکونین فخر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بارگاہ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اس لئے جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل ہے۔

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ۔

حضرت ابوہریرہؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب دُرود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دُور سے مجھ پر دُرود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

(رواہ البیهقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ وبسط السخاوی فی تخریجه)۔

ف علامہ سخاوی نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے کہ حضورؐ تک پہنچائے۔ اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خود سنتے ہیں۔ جو شخص دور سے درود بھیجے اس کے متعلق تو پہلی روایات میں تفصیل سے گزر ہی چکا کہ فرشتے اس پر متعین ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص درود بھیجے اس کو حضورؐ تک پہنچا دیں۔ اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ جو قبرِ اطہر کے قریب درود پڑھے اس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس خود سنتے ہیں۔ بہت ہی

فضائلِ درودِ شریف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ	کہیے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے
الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ	پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا حیرہ میں
لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ	سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ
اَنْ یُّسْجَدَ لَکَ فَقَالَ	کرتے ہیں اپنے راجہ کو، سو تم بہت
لِیْ اَرَاَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ	لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو تو فرمایا
بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَہٗ	مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری
فَقُلْتُ لَا فَقَالَ	قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا
لَا تَفْعَلُوْا۔	میں نے نہیں، فرمایا تو مت کرو،

ف:۔ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار، پھر مر کر خدا نہیں بن گیا ہے، بندہ ہی بندہ ہے،

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ	مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے
ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	کہ مسلم نے ذکر کیا کہ ابوہریرہ نے نقل
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ	کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ	فرمایا کہ کوئی تم میں یوں نہ بولے
کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَکُلُّ	کہ میرا بندہ اور میری بندی[1] تم سب اللہ

---

[1] فارسی اور ہندی ادب و شاعری میں یہ تعبیریں عام ہیں، مثلاً شاہ پرست، پیر پرست، حسن پرست کا فر عشق وغیرہ

مجاہد اسلام امام ربانی مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی

شہرۂ آفاق و معرکۃ الآراء کتاب

تقویۃ الایمان

مقدمہ / تعارفِ مصنف / حواشی

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

مکتبۂ خلیل

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7321118

کشف المحجوب
تصنیف: حضرت سید علی بن عثمان ہجویری
مترجم: علامہ معین الدین نعیمی اشرفی

الروح الامع البنیه وان لایوجد احدھمادون الآخر کالالم والعلم بھا لانھما شیئان لایفترقان۔"

"روح زندگی کے سوا ایک شئے ہے اور زندگی اس کے بغیر نہیں پائی جاتی اور روح جسم کے بغیر نہیں پائی جاتی اور دونوں میں کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائی جاتی جیسے الم اور اس کا علم کیونکہ یہ دونوں جداگانہ شئے ہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ حیوۃ کے سوا روح کا وجود علیحدہ ہے اس کا وجود بغیر حیات کے ممکن نہیں ہے جیسے کہ غیر معتدل شخص کی روح جو ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائی جاتی مثلاً الم و تکلیف اور اس کا علم کہ یہ دونوں وجود میں تو مختلف ہیں لیکن وقوع میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اسی معنی میں اسے عرضی بھی کہا جاتا ہے جس طرح کہ حیات کہا جاتا ہے۔

جمہور مشائخ اور اکثر اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ روح نہ عینی ہے نہ وصفی، اللہ تعالیٰ جب تک روح کو انسانی قالب میں رکھتا ہے تو وہ دستور کے مطابق قالب میں حیات پیدا کرتا ہے اور حیات انسانی کی صفت ہے اور وہ اسی سے زندہ رہتا ہے اور یہ کہ روح جسم انسانی میں عاریۃً ہے ممکن ہے کہ وہ انسان سے جدا ہو جائے اور حیات کے ساتھ زندہ رہے۔ جس طرح کہ نیند کی حالت میں روح نکل جاتی ہے مگر وہ حیات کے ساتھ زندہ رہتی ہے اور یہ ممکن ہے کہ جسم سے روح نکل جانے کے وقت اس میں عقل و علم باقی رہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں ہوتی ہیں۔ یقیناً اس سے یہ لازم آتا ہے کہ روح عینی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا "الارواح جنود مجندۃ" روحیں صف بستہ لشکر ہیں لامحالہ جنود باقی ہوتا ہے اور عرض پر بقا جائز نہیں اور نہ عرض از خود قائم ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی جاتی ہے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں نے حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ، یوسف صدیق، موسیٰ کلیم اللہ، ہارون حلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم

السلام کو آسمانوں پر دیکھا۔ بلاشبہ وہ ان کی ارواح مقدسہ تھیں۔ اگر روح شئے عرضی ہوتی تو از خود قائم نہ ہوتی اور اسے ہستی و وجود کی حالت میں نہیں دیکھا جا سکتا تھا اگر وہ عرضی ہوتی تو اس کے وجود کے لئے کوئی مقام درکار ہوتا تاکہ عارض اس مقام میں قیام کرے اور وہ مقام اس کا جوہر ہوتا اور جواہر مرکب و کثیف ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ روح کے لئے جسم لطیف ہے جبکہ وہ صاحب جسم ہے تو اس کا دیکھنا بھی ممکن ہے خواہ دل کی آنکھ سے ممکن ہو یا سبز پرندوں کی شکل میں یا صف بستہ لشکری کی صورت میں؟ جن سے وہ آئیں اور جائیں اس پر حدیثیں شاہد ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ — اے محبوب تم کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۵)

اب بے دینوں کے ایک اختلاف کا بیان اور باقی ہے وہ یہ کہ وہ روح کو قدیم کہتے اور اس کو پوجتے ہیں۔ اشیاء کا فاعل اور ان کا مدبر اسی کو جانتے ہیں۔ وہ ارواح کو آلہ کہتے اور اسے ہمیشہ مدبر سمجھتے اور ایک سے دوسرے کی طرف الٹنے پلٹنے والا جانتے ہیں (گویا وہ آوا گون اور تناسخ کے قائل ہیں) ان لوگوں نے عوام میں جس قدر شبہات پھیلائے ہیں کسی نے اتنے نہیں پھیلائے اور نصاریٰ کا مذہب اسی پر ہے اگرچہ ان کی ظاہری عبارتیں اس کے برخلاف ہیں اور تمام اہل ہنود تبت و چین اور ماچین کے لوگ بھی اسی کے قائل ہیں۔ گروہ شیعہ، قرامطہ اور باطنی لوگ بھی اس کے قائل ہیں اور یہ دونوں مردود و باطل گروہ بھی انہیں خیالات فاسدہ کے قائل ہیں اور ہر گروہ اسے مقدم جانتا اور دلائل پیش کرتا ہے۔ ہم ان کے تمام دعووں میں سے صرف لفظ قدم کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟ کیا شئی محدث اپنے وجود میں متقدم ہے یا ہمیشہ قدیم۔

اگر وہ یہ کہیں کہ ہماری مراد، محدث، وجود میں متقدم ہے تو اس بنیاد پر اصل سے اختلاف ہی جاتا رہتا ہے کیونکہ ہم بھی روح کو محدث کہتے ہیں یا یہ کہ اس شخص کے وجود پر روح کا وجود متقدم ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

والسلام فی قبرہ الشریف هل ذالك امر
مخصوص به ام مثل سائر المومنین
رحمة الله علیهم حیوته برزخیة ۔

کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات
آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی
حیات ہے۔

الجواب

عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالة
صلی الله علیه وسلم حیّ فی قبرہ الشریف
وحیوته صلی الله علیه وسلم دنیویة
من غیر تکلیف وهی مختصة به
صلی الله علیه وسلم وبجمیع الانبیاء
صلوات الله علیهم والشهداء لا برزخیة
کما هی حاصلة لسائر المومنین بل
لجمیع الناس کما نص علیه العلامة
السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء
بحیوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ
تقی الدین السبکی حیوۃ الانبیاء و
الشهداء فی القبر کحیوتهم فی الدنیا
ویشهد له صلوۃ موسی علیه السلام
فی قبرہ فان الصلوۃ تستدعی جسدًا
حیا الی اخر ما قال فثبت بهذا ان
حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم

جواب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے
نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک
میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے
بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے
آں حضرت اور تمام انبیا علیہم السلام اور شہدا
کے ساتھ برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام
مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی
نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیاء"
میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ
علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء
و شہدا کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا
میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں
نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ
جسم کو چاہتی ہے۔ الخ پس اس سے ثابت
ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی
ہے اور اس معنے کر برزخی بھی ہے کہ عالم

المہند علی المفند

یعنی

عقائدِ علماءِ اہلِ سنّت دیوبند رحمہم اللہ

تالیف

فخر المحدثین حضرۃ مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز

المتوفی ۱۳۴۶ھ

باضافہ

عقائدِ اہل السنۃ والجماعۃ

از

حضرۃ مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی مدظلہم

مع

تصدیقاتِ قدیمہ جدیدہ

ادارہ اسلامیات ○ ۱۹۰ - انارکلی لاہور

وأخرَج ابنُ أبي حاتمٍ ، من طريقِ (١) سليمانَ بنِ محمدٍ اليَساريِّ (١) : سمِعتُ رجلًا من أهلِ الشامِ يقولُ : إن الذى أماته اللهُ مائةَ عامٍ ثم بعَثه اسمُه حزقيلُ بنُ بوزا [٢] .

وأخرَج إسحاقُ بنُ بشرٍ ، وابنُ عساكرَ ، عن الحسنِ ، قال : كان أمرُ عزيرٍ وبُخْتَنَصَّرَ فى الفترةِ [٣] .

وأخرَج إسحاقُ بنُ بشرٍ ، وابنُ عساكرَ ، عن عطاءِ بنِ أبى رباحٍ قال : كان أمرُ عزيرٍ بينَ عيسى ومحمدٍ [٤] .

وأخرَج إسحاقُ بنُ بشرٍ ، وابنُ عساكرَ ، عن وهبِ بنِ منبهٍ قال : كانت قصةُ عزيرٍ وبُخْتَنَصَّرَ بينَ عيسى وسليمانَ [٣] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ ، وابن المنذرِ ، من طريقِ ابنِ جريجٍ ، عن ابنِ عباسٍ فى قولِه : ﴿ خَاوِيَةٌ ﴾ . قال : خرابٌ [٥] .

وأخرَج ابنُ أبى حاتمٍ عن قتادةَ : ﴿ خَاوِيَةٌ ﴾ . قال : ليس فيها أحدٌ [٦] .

(١ - ١) فى ف ١، م : « محمد بن سليمان السيارى » ، وهو سليمان بن محمد بن موسى بن عبد الله الأسلمى اليسارى الجارى . ينظر الجرح والتعديل ٤/ ١٤٠، والأنساب ٥/ ٦٩٥.

(٢) فى الأصل : « بورا » ، وفى ب ١، ب ٢: « بور » ، وفى تفسير الطبرى ، ومواضع من تاريخه : « بوزى » بالزاى ، وفى البداية والنهاية وموضع آخر من تاريخ الطبرى : « بوذى » بالذال . ينظر تفسير الطبرى ٤/ ٤١٨، وتاريخ الطبرى ١/ ٤٥٧، والبداية والنهاية ٢/ ٢٧٩.

والأثر عند ابن أبى حاتم ٢/ ٥٠٠ (٢٦٤٢) .

(٣) ابن عساكر ٤٠/ ٣٣٨ من طريق إسحاق بن بشر .

(٤) ابن عساكر ٤٠/ ٣٣٧، ٣٣٨ من طريق إسحاق بن بشر .

(٥) ابن جرير ٤/ ٥٨٥.

(٦) ابن أبى حاتم ٢/ ٥٠٠ (٢٦٤٦) .

الدر المنثور
في
التفسير بالمأثور
لجلال الدين السيوطي
(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)
تحقيق
الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي
بالتعاون مع
مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية
الدكتور عبد السند حسن يمامة

اسی طرح حدیث شریف میں جو ہے:

"القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفرات النار"

یعنی قبر یا جنت کا ٹکڑا ہوتی ہے، یا دوزخ کا گڑھا تو وہ لوگ اس پر کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں قبر میں کہ یہاں نہ تو پھول ہیں جنت کے، نہ آگ ہے، دوزخ کی، پھر اپنے ظاہر معنوں پر قبر دوزخ کا گڑھا یا جنت کا ٹکڑا کیونکر ہو سکتی ہے؟ غرض یہاں قبر کی جنت و دوزخ میں تو یہ اشکال ہے، رہی آخرت سو وہاں کی دوزخ و جنت میں وہ اشکال ہے، جو میں نے پہلے عرض کیا۔

بہر حال یہ اشکال حل نہیں ہو سکتا جب تک تیسرے عالم کے قائل نہ ہوں، یعنی عالم برزخ کے جس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں، کیونکہ وہ مشابہ اس عالم کے بھی ہے یعنی باعتبار آخرت ہے، تو گویا کہ وہ دنیا ہے اور باعتبار دنیا کے گویا وہ آخرت ہے، تو وہ ایسا عالم ہے جیسا کہ باغ کا پھاٹک کہ بہ نسبت اندورنی حصہ باغ کے تو گویا وہ باغ نہیں ہے، لیکن بہ نسبت خارج حصہ باغ کے گویا کہ وہ باغ ہے، یا جیسے حوالات کہ بہ نسبت گھر کے تو وہ جیل خانہ ہے، مگر بہ نسبت جیل خانہ کے پھر بھی گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے عالم مثال کو دنیا کا بھی نمونہ بنایا ہے۔

تو جس وقت انسان مرتا ہے، پہلے اس عالم مثال ہی میں جاتا ہے، وہاں ایک آسمان بھی ہے، مشابہ دنیا کے آسمان کے اور ایک زمین بھی ہے، مشابہ دنیا کی زمین کے اور ایک جسم بھی ہے، مشابہ اس جسم کے، لیکن وہ بھی ہے جسم ہی تو مرنے کے بعد تو روح کے لیے ایک جسم مثالی ہوگا اور آخرت میں جو جسم ہوگا وہ یہی ہوگا جو دنیا میں ہے۔

غرض یہ ایمان ہے ہمارا کہ حشر روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی، یعنی یہی جسم جو ہم اب لیے بیٹھے ہیں جو گل سڑ کر خاک ہو جائے گا، اسی کو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے پھر تازہ بنا کر محشور فرمائیں گے، لیکن وہاں اس جسم کی خاصیت بدل جائے گی، یعنی اب تو یہ خاصیت ہے کہ ہم جو کھاتے پیتے ہیں، اس کا پیشاب پاخانہ بنتا ہے، بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہاں تک کہ ایک دن مر کر فنا ہو جاتا ہے، وہاں گویا ابدی اور خالد ہو جائے گا۔

غرض ایک تو جسم یہاں ہے اور ایک جسم ہے عالم مثال میں اور وہ مشابہ ہے اس جسم کے یہ جسم بعینہ نہیں تو عالم مثال میں بدن بھی مثالی ہے، وہاں کی جنت بھی مثالی ہے، دوزخ بھی مثالی ہے، بس اس عالم مثال ہی کا نام قبر ہے، اب سب اشکال رفع ہو گئے، کیا معنی کہ قبر سے مراد یہ محسوس گڑھا نہیں ہے کیونکہ کسی کو بھیڑیا کھا گیا، کوئی سمندر میں غرق ہو گیا، تو اس صورت میں چونکہ وہ زمین میں دفن نہیں ہوا اس لیے اس کو چاہیے کہ قبر کا عذاب ہی نہ ہو، لیکن اب اشکال ہی نہ رہا، کیوں کہ وہ عالم مثال ہے، وہیں اس کو عذاب قبر بھی ہو جائے گا، اشکال تو جب ہوتا جب قبر سے

مراد یہ گڑھا ہوتا جس میں لاش دفن کی جاتی ہے، حالانکہ اصطلاح شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں، بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں، قبر اور وہاں پہنچنا کسی حال میں منتفی نہیں ہے، خواہ مردہ دفن ہو یا نہ ہو اور اس عالم مثال کے نہ جاننے ہی کی وجہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ عوام کی قبر ذرا بڑی رکھنی چاہیے تا کہ مردہ کو بیٹھنے میں تکلیف نہ ہو، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسی قبر کے اندر مردہ کو بٹھایا جاتا ہوگا، تو بس پھر کیا ہے؟ اگر اپنے دشمن کو ستانا ہو تو اس کی قبر ذرا تنگ بنا دی جائے تا کہ مر کر بھی اسے چین نصیب نہ ہو کیونکہ بعض لوگ اپنے دشمن کے لیے تمنا کرتے ہیں کہ مر کر بھی مصیبت سے نہ بچے تو اچھا ہے، حضرت! یہ جو وسیع قبر شریعت نے تجویز کی ہے، یہ اس بناء پر تھوڑا ہی ہے کہ اس کے اندر مردہ کو بٹھایا جائے گا، جیسے آپ اس وقت بیٹھے ہیں، بلکہ یہ تو محض اکرام اور عزت ہے مومن کی کہ اس کو مر کر بھی بے کار نہ سمجھا گیا، مرنے کے بعد بھی اس کے مرتبے کا لحاظ کیا اور ہر طرح اس کا اکرام کیا یہ نہیں کہ وہاں تھا ٹال دیا، بلکہ یہ حکم ہوا کہ اس کی اس وقت بھی خاطر و تواضع کرو، قبر ایسی بناؤ کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ویسی ہی جگہ اس کے لیے تجویز کرتے، کپڑا ایسا پہناؤ جیسا کہ وہ زندگی میں پہنتا تھا۔ یعنی ویسی ہی صفائی ہو، خوشبو بھی لگاؤ، نہلاؤ دھلاؤ بھی، غرض بنا سنوار کر عزت کے ساتھ اس کو رخصت کرو اور واقعی جیسا مسلمانوں میں مردہ کا اکرام ہوتا ہے کسی قوم میں نہیں ہوتا اور عیسائیوں میں بھی بہت اکرام ہوتا ہے، ان کے ہاں اکرام میں غلو بہت زیادہ ہے، یہاں تک کہ پیٹی بھی کستے ہیں، بوٹ بھی، پٹی بھی، غرض پوری وردی پہناتے ہیں گو وہاں جا کر بھی صاحب بہادر پہرہ دیں گے۔

غرض عیسائیوں کے یہاں تو اکرام میں غلو ہے اور ہندوؤں کے یہاں بالکل بھی اکرام نہیں بلکہ اور الٹی بے حرمتی ہے، یہاں تک کہ بیچارے کا سر بھی پھوڑتے ہیں، خیر وہ بے چارہ تو نہیں ہے، تو واقعی سر پھوڑے جانے کا مستحق۔ بہر حال اسلام میں اعتدال ہے، تو وہ عالم مثال ہے جہاں مرنے کے بعد انسان اول پہنچتا ہے اور وہ مشابہ کچھ اس عالم کے ہے اور کچھ مشابہ عالم آخرت کے ہے، وہیں اس کو فرشتے بٹھلاتے ہیں، وہیں اس سے سوالات کرتے ہیں، وہیں کی زمین اس کو دباتی ہے، وہیں اس کو عذاب وثواب ہوتا ہے، وہ عالم یہی ہے جس کو حدیثوں میں قبر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور لو میں اب تمہیں کچھ اس کا پتہ بھی بتائے دیتا ہوں جس سے یہی اس کی کچھ حقیقت سمجھ میں آ جائے اور وہ عالم کچھ کچھ خواب میں منکشف ہوتا ہے، لیکن ایک تو خواب ہوتا ہے سچا اور ایک ہوتا ہے محض خیال تو جو خواب سچا ہوتا ہے، اس میں کچھ کچھ انکشاف اس عالم کا ہوتا ہے، بس اتنا فرق ہے کہ خواب میں حقیقت اس عالم کو مغلوب ہوتی ہے، کیونکہ اس میں آمیزش اس خیال کی بھی ہوتی ہے اور وہاں بالکل حقیقت ہی حقیقت ہوگی وہ حقیقت اصلیہ بھی عالم آخرت کی حقیقت

رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو مولانا نے دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے[1] تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ تربتر ہو گیا اور فرمایا یہ کہ محمود حسن کو کہدو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے بس میں نے یہ کہنے کے لیے بلایا ہے مولانا محمود حسن صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصہ میں کچھ نہ بولوں گا۔

حکایت (۲۴۷) عم محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمود حسن صاحب مرحوم حضرت نانوتویؒ کے اخلاق مربیانہ اور شفقت ورحمت کی توصیف کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ بس حضرت کے اخلاق کا اندازہ اس مثال سے ہو سکتا ہے کہ مثلاً اگر میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں جو بہت تمناؤں کے بعد پیدا ہوا ہوں' ظاہر ہے کہ مجھ سے انہیں کتنا انس ہو گا اچانک میں گرفتار ہو کر دائم الحبس کر دیا جاؤں کہ میری واپسی اور ملاقات کی کوئی توقع ماں باپ کو نہ رہے ظاہر ہے کہ ان پر کس درجہ غم والم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے کہ گویا وہ قبل از مرگ ہی مر جائیں گے اور پھر میں اچانک رہا ہو کر آؤں اور ایک دم ماں باپ کے سامنے پہنچ جاؤں تو تم بتلاؤ کہ ان کی اس وقت کی خوشی ومسرت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے بس یوں سمجھو کہ میں اگر دن میں دس مرتبہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرتا تو مجھے دیکھ کر اتنی مرتبہ ہی خوش ہوتے جتنا کہ میرے ماں باپ اس وقت خاص میں خوش ہو سکتے تھے۔

حکایت (۲۴۸) حضرت والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ عموماً بیعت اپنے

---

[1] یہ واقعہ روح کا تمثل تھا اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ جسد مثالی تھا مگر مشابہ جسد عنصری کے دوسری یہ کہ روح نے خود عناصر میں تصرف کر کے جسد عنصری تیار کر لیا ہو مگر وقت گذر جانے پر پھر اس مرکب کو تحلیل کر دیا جاتا ہے۔ (اشرف علی)

روضہ اقدس العیاذ باللہ تعالیٰ جمادات کی طرح بے جان ہیں جن کے اندر زندگی کے کوئی آثار نہیں، اس لیے انہوں نے اپنا خود ساختہ عقیدہ چھوڑنے کی بجائے فرمان نبوی کی واقعاتی حقیقت کا انکار کر دینا ہی مناسب اور آسان سمجھا۔

﴿ تیرھواں مغالطہ ﴾

جسم............بلا روح............محفوظ!

اہل سنت والجماعت کے اجماعی نظریہ کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ آج بھی اسی طرح محفوظ و تروتازہ ہیں جس طرح پہلے دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اجساد مقدسہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا کامل تعلق قائم ہے لیکن بندیالوی صاحب اجساد انبیاء علیہم السلام کو بلا تعلق روح محفوظ مانتے ہیں حالانکہ یہ تصور بے ثبوت اور نا قابل فہم ہے کیونکہ قرآن پاک اجساد انبیاء علیہم السلام کے مستقل محفوظ رہنے کا کوئی ضابطہ نہیں دیتا اور حدیث مبارکہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء پہلے حیات انبیاء کا عقیدہ دیتی ہے، اسکے بعد اجساد انبیاء علیہم السلام کے محفوظ رہنے کا لہٰذا اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو (جس میں آنحضرت ﷺ تک صلوٰۃ وسلام پہنچنے کا ذکر ہے) قرآن وسنت کے منافی قرار دے کر دوسرے ٹکڑے کو (جس میں انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ محفوظ رہنے کا ذکر ہے) عقیدہ کی بنیاد بنانا نہ صرف اصول حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے بلکہ حدیث رسولؐ کے ساتھ ایک سنگین مذاق بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء امت اجساد انبیاءؑ کے محفوظ رہنے کی روایت کے ساتھ تعلق روح کا باقاعدہ ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ اسی حدیث (ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء) کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ

> صحابہ کرامؓ نے اس یقین کے بعد کہ لامحالہ آپؐ پر درود تو پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ صادق کا فرمان ہے۔ محض اپنے شک کو دور کرنے کیلئے اس عرض صلوٰۃ کی کیفیت دریافت کی کہ عام لوگوں کی طرح آپکے جسد اطہر کو بھی مٹی کھا جائے گی۔ اس سوال کا جو جواب آپ نے

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون
علمائے دیوبند کا
عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور
مولانا عطاء اللہ بندیالوی
تحقیق وتالیف
مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی
چیئرمین حق چار یار اکیڈمی گجرات
ناشر
حق چار یار اکیڈمی
مدرسہ حیات النبی گجرات
0433-521644

١٣٧ ـ من حديث أم بشر رضي الله عنها

١٥٦٩ ـ أخبرنا يزيد بن هارون، أنا محمد بن إسحاق، عن الحارث بن فُضيل، عن الزهري، عن عبد الرحمن بن عبد اللَّه بن كعب، عن أبيه قال: لما حضرت كعبًا الوفاة أتته أُم بشر بن البراء، فقالت: يا أبا عبد الرحمن، إن لقيت ابني فلانًا فأقرئه مني السلام. فقال: لها غفر اللَّه لك يا أم بشر، نحن أشغل من ذلك، قالت: أسمعت رسول اللَّه ﷺ يقول: «إن نَسَمةَ المؤمن لتسرح في الجنَّة حيث شاءت، وإن نسمة الكافر في سجين»؟ قال: بلى. قالت: فهو ذاك.

(١٥٦٩) صحيح:

وأخرجه أحمد (٣/ ٤٥٥ و٤٥٦ و٤٦٠)، والنسائي في الجنائز باب أرواح المؤمنين (٤/ ١٠٨)، وابن ماجه رقم (١٤٤٩)، وفي إسناده اختلاف لا يضر فقد روئ الحديث في مسند كعب بن مالك من روايته عن رسول الله ﷺ، ومن وجه آخر قال كعب بن مالك لأم مبشر: يغفر الله لك يا أم مبشر أو لم تسمعي قول رسول الله ﷺ . . . ؟ فذكره.

ثم إن الحديث روي عن الزهري عن عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب، عن أبيه، عن كعب.

وروي عن الزهري عن عبد الرحمن بن كعب قال: قالت أم مبشر لكعب.

وروي عن الزهري قال: حدثني عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب أنه بلغه أن كعب بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ . . . فذكره.

وقد قال بعض أهل العلم: إن الزهري لم يسمع من عبد الرحمن بن كعب شيئًا وإنما سمع من عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب، ووجدت في «مسند أحمد» (٣/ ٤٥٥) من طريق الشافعي عن مالك عن ابن شهاب عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك أنه أخبره أن أباه كعب بن مالك كان يحدث أن رسول الله ﷺ كان يقول: . . . فذكره.

تنبيه: المصادر المشار إليها ليس فيها الشق الأخير من الحديث: «وإن نسمة الكافر . . .».

المنتخب
من
مسند عبد بن حميد
تحقيق وتعليق
أبي عبد الله مصطفى بن العدوي
دار بلنسية

English
Translation of

Sunan Abu Dawud

Compiled by:
Imâm Hâfiz Abu Dawud
Sulaiman bin Ash'ath

Volume 2

From Hadith no.1161 to 2174

Ahâdith edited & referenced by:
Hâfiz Abû Tâhir Zubair 'Alî Za'î

Translated by:
Yaser Qadhi (USA)

Final review by:
Abû Khaliyl (USA)

Comments:

Among the places worth visiting in Al-Madīnah, the most important is the Qubā' *Masjid*. The Messenger of Allāh ﷺ, said that a prayer in that *Masjid* is like *'Umrah* in terms of reward.

Chapter 96/97.Visiting Graves

(المعجم ٩٦، ٩٧) - بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

(التحفة ٩٨)

2041. Abū Hurairah narrated that the Messenger of Allāh ﷺ said: "Never does a person send his *Salām* to me except that Allāh returns my spirit to me that I may return the *Salām* to him." (***Ḍa'īf***)

٢٠٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ: حَدَّثَنَا الْمُقْرِىءُ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ عن أبي صَخْرٍ حُمَيْدِ ابنِ زِيَادٍ، عن يَزِيدَ بنِ عَبْدِ الله بنِ قُسَيْطٍ، عن أبي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ».

تخريج: [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٢/ ٥٢٧ عن المقرىء به، وصححه ابن الملقن في «تحفة المحتاج»، ح: ١١٥١ * يزيد بن عبدالله بن قسيط ثبت سماعه من أبي هريرة عند البيهقي: ١/ ١٢٢ ولكنه يروي عن التابعين عن الصحابة ولم يصرح هاهنا بالسماع، فالسند في شبه الانقطاع.

Comments:

"Allāh returns my spirit to me", these words have been interpreted in a variety of ways. But, ultimately, it comes to one conclusion, namely, that it is a matter relating to the Unseen in *Al-Barzakh*, the realm between this life and the Hereafter.

2042. (Another chain) from Abū Hurairah, that the Messenger of Allāh ﷺ said: "Do not make your houses into graves, and do not make my grave an *'Eīd* (a regular place of visitation), and send your *Ṣalāt* upon me, for your *Ṣalāt* will reach me wherever you might be." (***Ḥasan***)

٢٠٤٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ الله بنِ نَافِعٍ قال: أخبرني ابنُ أبي ذِئْبٍ عن سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عن أبي هُرَيْرَةَ قال: قال رَسُولُ الله ﷺ: «لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ».

تخريج: [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٢/ ٣٦٧ عن عبدالله بن نافع بن أبي نافع الصائغ القرشي المخزومي به.

Comments:

The example of a cemetery is very apt, because neither prayers nor formulae

زیادہ کی اطلاع نہ ہونے دے ورنہ اس علم امکان سے ترقی مدارج تو معلوم کیوں کہ ضروریات دینی میں سے نہیں البتہ مؤاخذہ نقصان مذکورہ کا احتمال ہے۔

حیات انبیاء علیہم السلام:

جب یہ سب باتیں نذر خدام ہو چکیں تو اس ذیل میں وہ مضمون بھی عرض کیے دیتا ہوں جو فی الجملہ ماقبل سے مناسب ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ کو بعد مرگ بھی وہی تعلق اپنے اجسام سے رہتا ہے جو قبل مرگ تھا یہی وجہ ہے کہ اُن کے اجساد مثل اجساد احیاء پھوٹتے پھٹتے نہیں چنانچہ احادیث میں موجود ہے اور یہی وجہ کہ ان کے ازواج مثل ازواج احیاء اوروں سے نکاح کرنے کا اختیار نہیں رکھتے اور یہی وجہ ہے کہ اُن کے اموال کو مثل اموال احیاء اُن کے وارث نہیں کر سکتے۔

چند تعارضات کا جواب:

اور اس وجہ سے حدیث لانورث کو معارض آیت یوصیکم اللہ، اور آیت لاتنکحوا ازواجه من بعده ابدا کو معارض آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا نہیں کہہ سکتے کیوں کہ آیت یوصیکم اللہ اور آیت والذین یتوفون کے مصداق وہ ہیں جن کی ارواح کو اُن کے ابدان کے ساتھ وہ تعلق نہ رہا ہو جو حالت حیات میں تھا چنانچہ للرجال نصیب مماترک الوالدان میں لفظ ترک اور آیت والذین یتوفون میں مادہ توفی اس پر شاہد ہے۔ علی ہذا القیاس آیت ولیخش الذین لوترکوا من خلفهم ذریة ضعافا میں لفظ ترکوا قرینہ مضمون معروض ہے کیوں کہ جیسے مضمون توفی جبھی چسپاں ہو

وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر نفیس بحث

سماع موتی اور حیات انبیاء علیہم السلام کا دلنشین بیان
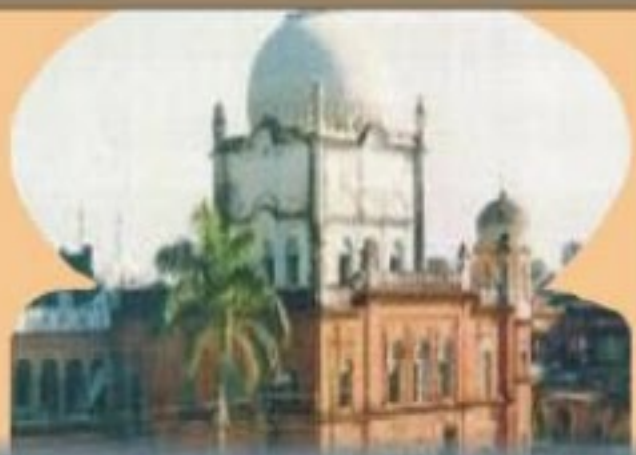
اضافہ عنوانات

مولانا مدثر جمال تونسوی

دار البصائر

بھاولپور

لہٰذا دلالت کرتا ہے اس کے مناسب خروج متحقق ہو جائے سو یہ بات بدلالت فرق احکام مذکورہ اور اموات میں تو ہوتی ہے۔ پَر انبیاء میں نہیں ہوتی۔

ارواح انبیاء علیہم السلام کا اِخراج نہیں ہوتا:

یعنی بقاءِ اجساد انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ضروری ہونا اور سوا اُن کے اوروں کے لئے ضروری نہ ہونا اور ازواج انبیاء کرام علیہم السلام کو نکاح ثانی کی اجازت کا نہ ہونا اور اوروں کی ازواج کے لئے اس اجازت کا ہونا اور اموال انبیاء کرام علیہم السلام میں میراث کا جاری نہ ہونا اور اوروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواحِ انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا اُن کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لئے سماعِ انبیاء کرام علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے۔

وفات کے بعد انبیاء کرام کی زیارت (یعنی ان کی قبور کی زیارت) ممنوع نہیں ، اور حدیث ''لاتشدالرحال ......'' کا جواب:

اور اِسی لئے اُن کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں اَحیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے اور اِس وجہ سے یوں نہیں کہہ سکتے کہ زیارت نبوی ﷺ مثل زیارتِ مسجد ، زیارتِ مکان ہے اور اِسی وجہ سے بحکم لا تشدو الرحال وہاں اس اہتمام سے جانا ممنوع

عنصری نہیں اُنکے ثواب عذاب بھی عنصری نہیں اسلیے وہ نظر نہیں آسکتی یہ جواب تحقیقی ہے
اور تمہارے شبہہ کی بنا اسپر ہے کہ تمنے میت کو جسکو ثواب عذاب ہوتا ہے اس خاک کے ڈھیر کو
جو اسکا مرکب تہا عرف عام کا اعتبار کرکے سمجھ لیا اور اُسی قسم کے عنصری عذاب ثواب تمنے
اسکے لیے فرض کیے پہر تمنے جب اسکو اُنسے خالی پایا تو تمہیں شبہہ ہوا اور الزامی گفتگو اسطرح پر ہے

جواب الزامی

کہ خواب میں کوئی شخص تمہارے روبرو کچھ ثواب عذاب دیکہے یا اپنی جاے نہایت تنگ دیکہے
یا میدان وسیع میں جاوے یا کوئی مہیب چیز اُسکو نظر آوے علی ہذا القیاس سو یہ سب ممکن ہے
حالانکہ اُسکا جسم تمہارے روبرو پڑا ہے اُسپر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا پہر کیا وجہ ہے کہ تم اُنکو
سچا جانتے ہو اور خواب میں اور اُس عالم میں یوں تفاوت ہے کہ خواب میں روح جسم سے بدستور متعلق
رہتی ہے فقط توجہ اُسکی ادہر نہیں رہتی اُسپر وہ یہ کچھ معاملات دیکھتی ہے اور اُنکو تم سچ جانتے
ہو پس جب روح جسم سے بالکل الگ ہوگئی اور تب اُسپر کچھ اُس عالم کے حالات گذرتے ہیں
اُنکو تم خلاف عقل اور خلاف مشاہدہ کیوں قرار دیتے ہو پس جسطرح تم خواب میں تنگ اور وسیع
مکان میں ہونا مسلم رکھتے ہو اسیطرح اُسکی قبر کی کشادگی اور تنگی کو بہی مسلم رکہو کیونکہ قبر کے
تنگ اور وسیع ہونیسے ہماری یہ مراد نہیں کہ یہ گڑہا کہ جسم کو جسمیں چہپایا ہے وہ تنگ و وسیع
ہوتا ہے بلکہ اُس عالم میں روح پر تنگی اور کشادگی ہوتی ہے اور اصل قبر اُسکی وہی ہے ہاں عرف
عام میں بدن جسم کے اعتبار سے اس گڑہے کو قبر کہتے ہیں **شبہہ** بعض لوگونکو آگ میں جلا دیتے

شبہہ

ہیں اور بعض پانی میں غرق ہو جاتے ہیں بعض ہوا میں معلق لٹکتے رہتے ہیں علی ہذا القیاس
پس اُنکے لیے قبر نہوگی اور منکر و نکیر کا سوال جواب جو خاص قبر میں ہوتا ہے وہ بہی نہوگا
جواب ابہی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ گڑہا قبر مراد اصلی نہیں جسکو تم قبر سمجہتے ہو بلکہ مراد اُسسے

جواب

جواب بیان ہو چکا پس خواہ کوئی غرق ہو یا جلے یا کوئی جانور اُسکو کہا جاوے اُسکی روح سے

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ
الحمد للہ المنعام
کہ علم کلام میں جو کل علوم دینیہ سے اصل و رب ہے
افضل اور اشرف اور جسکا سیکھنا ہر خاص و عام پر فرض تام ہے یہ کتاب مسمٰی بنام
عقائد الاسلام
سنہ ۱۳۰۲ ہجری
کہ جسمین
مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی نے کمال تفصیل سے ادلۂ عقلیہ و نقلیہ سے
عقائد اسلامیہ کے ثبوت اور مخالفین کے کل شبہات کے جواب کا
التزام کیا ہے
بار ثانی
دہلی کے مطبع انصاری میں
چھپی

يصب عليهم، فرموا بالأمراض والأوبئة وسلطت عليهم الهوام وغيرها حتى أماتت منهم خلقا كثيراً . فمجاحدتهم ومعاندتهم للنبي ﷺ لم تكن بدعا من أعمالهم

قال تعالى ﴿ ثم بعثناكم من بعد موتكم لعلكم تشكرون ﴾ ذهب الأستاذ الإمام إلى أن المراد بالبعث هو كثرة النسل أى أنه بعد ماوقع فيهم الموت بالصاعقة وغيرها وظن أن سينقرضون بارك الله فى نسلهم ليعد الشعب بالبلاء السابق للقيام بحق الشكر على النعم التى تمتع بها الآباء الذين حل بهم العذاب بكفرهم لها .

والعبرة الاجتماعية فى الآيات أن الخطاب فى كل ماتقدم كان موجها إلى الذين كانوا فى عصر التنزيل ، وأن الكلام عن الأبناء والآباء واحد لم تختلف فيه الضمائر حتى كأن الذين قتلوا أنفسهم بالتوبة والذين صعقوا بعد ذلك هم المطالبون بالاعتبار وبالشكر ، وما جاء الخطاب بهذا الأسلوب إلا لبيان معنى وحدة الأمة واعتبار أن كل مايبلوها الله به من الحسنات والسيئات وما يجازيها به من النعم والنقم إنما يكون لمعنى موجود فيها يصحح أن يخاطب اللاحق منها بما كان للسابق كأنه وقع به ، ليعلم الناس أن سنة الله تعالى فى الاجتماع الإنسانى أن تكون الأمم متكافلة يعتبر كل فرد منها سعادته بسعادة سائر الأفراد وشقاءه بشقائهم ، ويتوقع نزول العقوبة به إذا فشت الذنوب فى الأمة وإن لم يواقعها هو (واتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خاصة) وهذا التكافل فى الأمم هو المعراج الأعظم لرقيها لأنه يحمل الأمة التى تعرفه على التعاون على الخير والمقاومة للشر فتكون من المفلحين .

بعد هذا ذكر الله تعالى نعمة أخرى بل نعمتين من النعم التى من بها على بنى اسرائيل فكفروا بها ولكنه لم يذكر ما كان به الكفران ، بل طواه وأشار إليه بما ختم به الآية من أنهم لم يظلموا الله تعالى بذلك الذنب المطوى وإنما ظلموا أنفسهم ، وهذا أسلوب آخر من أساليب البيان فى التذكير وضرب من ضروب الايجاز التى هى أقوى دعائم الإعجاز .

أما النعمة الأولى فقوله تعالى ﴿وظللنا عليكم الغمام﴾ قال الأستاذ الامام : هذه نعمة مستقلة متصلة بما قبلها فى سياق الذكرى ، منفصلة عنها فى الوقوع ، فإن التظليل استمر إلى دخولهم أرض الميعاد ، ولولا أن ساق الله إليهم الغمام يظللهم فى

کو تسلیم نہیں کرتے۔ معہذا عدم توریث انبیاء سے ان کی حیات کو ثابت کرنے میں مصادرہ علی المطلوب ہے کیونکہ بشہادت دیباچہ اصل غرض اثبات حیات سے تصحیح حدیث لا نورث اور حکم حدیث لا نورث تھی۔ پھر جب حدیث مذکور ہی کے وسیلہ سے حیات ثابت ہونے لگی تو قصہ ختم ہو چکا۔

تیسرے یہ کہ سلامت اجساد انبیاء علی الاتصال استمرار حیات پر دلالت نہیں کرتا اگر لمحہ دو لمحہ بلکہ پہر دو پہر کے لئے روح کو بدن سے کچھ تعلق نہ رہے اور انقطاع کلی ہو جائے اور بعد ازاں پھر بدستور روح و بدن میں وہی علاقہ سابق عود کر آئے تب بھی بدن میں کچھ فساد نمایاں نہ ہوگا۔ لیکن اس صورت میں نہ نکاح قائم رہے گا نہ ملک اموال باقی رہے گی بلکہ یہ تعلق ثانی از قبیل حیات اخروی ہوگا غایۃ مافی الباب اوروں سے پہلے حیات حاصل ہوئی سو اس میں کیا قباحت ہے آخر حصول حیات اخروی میں بھی تقدم و تاخر مسلم الثبوت ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اول قبر سے اٹھنا حدیثوں میں مصرح ہے ان تینوں خدشوں کے سوا چوتھا خدشہ یہ ہے کہ :۔

علماء متقدمین نے حرمت نکاح ازواج مطہرات کو ان کے امہات ہونے پر مبنی اور متفرع کیا ہے۔ حیات نبوی کا ثمرہ نہیں سمجھا یہی وجہ ہوئی کہ منکوحہ نبوی غیر مدخول بہا کے نکاح کو سلف سے لے کر خلف تک سب نے جائز رکھا ہے۔ اگر علت ممانعت نکاح حیات نبوی ہوتی تو مدخول بہا کی ہی کیا خصوصیت تھی مدخول بہا اور غیر مدخول بہا دونوں کا نکاح امتیوں کو حرام ہوتا۔

یہ چار خدشے جو مذکور ہوئے ان میں سے پہلا خدشہ تو تینوں استدلالوں کو مخدوش کرتا ہے باقی تین باقی ایک ایک استدلال کو مخدوش کرتے ہیں علاوہ بریں پانچواں ایک معارضہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ اول تو آپ کی وفات اور آپ کا انتقال ہزاروں آدمیوں نے آنکھوں سے دیکھا۔ دوسرے جناب باری عز اسمہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں :۔ انک میت و انھم میتون جس کے یہ معنی ہیں کہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر جب جناب باری عز اسمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دیں۔ اُدھر ہزاروں کے سامنے آپ کا انتقال ہو چکا ہو۔ متواتر قرناً بعد قرن یہ خبر چلی آتی ہو کہ آپ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں تو پھر آپ کا زندہ ہونا کیوں کر مسلم ہو

در اثباتِ حیاتِ بابرکاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات

آبِ حیات
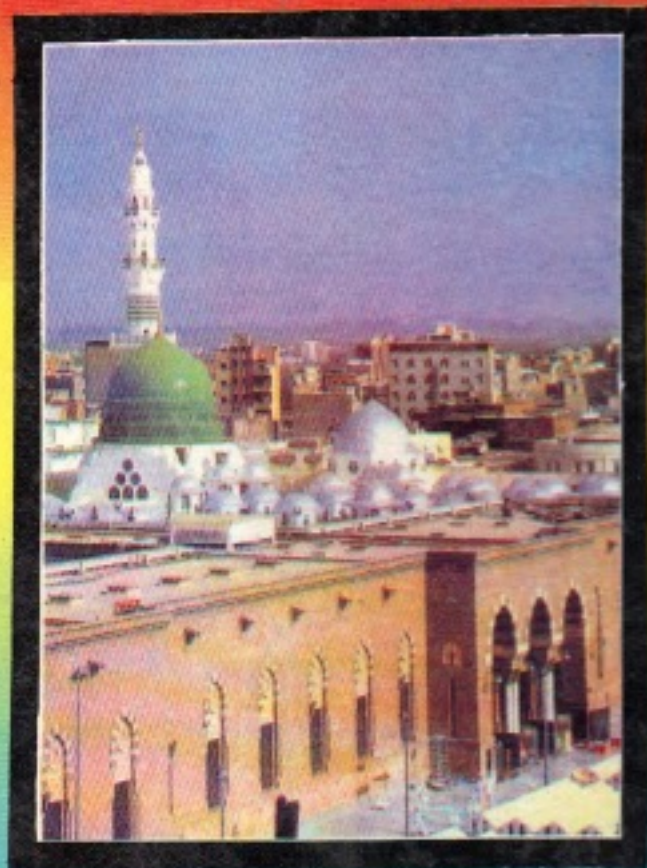
تالیف

حجۃ الاسلام آیۃ من آیاتِ اللہ حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی

نور اللہ مرقدہٗ المتوفیٰ ۱۲۹۶ھ

باہتمام: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

يطيرُ بعضُها إلى بعضٍ، حتى[1] كانتْ أجسادًا مِن عظامٍ، ثم أوْحَى اللَّهُ إليه؛ أنْ نادِ: يا أيتُها العظامُ، إنَّ اللَّهَ يأمُرُكِ أن تكْتَسِي [2]لحمًا. فاكتست[2] لحمًا ودمًا، وثيابَها[3] التي ماتتْ[4] فيها. ثم قيلَ له: نادِ. فنادى: أيتُها الأجسادُ، إنَّ اللَّهَ يأمُرُكِ أنْ تقومي. فقاموا. قال أسْباطُ: فزعَمَ منصورٌ، عن مجاهدٍ، أنهمْ قالوا حينَ أُحْيُوا: سُبْحَانَكَ رَبَّنا، وبحَمْدِكَ، لا إلَهَ إلا أنتَ. فرَجَعُوا إلى قومِهم أحياءً، يَعْرِفُونَ أنهم كانوا موتى، سَحْنَةَ الموتِ على وجوهِهم، لا يَلْبَسُون ثوبًا إلَّا عادَ [5]كَفَنًا دَسِمًا[5]، حتى ماتوا لآجالِهمُ التي كُتِبَتْ لهم[6].

وعن ابنِ عباسٍ؛ أنهم كانوا أربعةَ آلافٍ. وعنه: ثمانيةَ آلافٍ. وعن أبي صالحٍ: تسعةَ آلافٍ. وعن ابنِ عباسٍ أيضًا: كانوا أربعينَ ألفًا. وعن سعيدِ بنِ عبدِ العزيزِ: كانوا من أهلِ «أَذْرِعَاتٍ». وقال ابنُ جُرَيْجٍ، عن عطاءٍ: هذا مَثَلٌ[7]. يعني أنه سِيقَ مثلًا مُبَيِّنًا أنهُ لن يُغْنِيَ حَذَرٌ مِن قَدَرٍ. وقولُ الجُمهورِ أقوى؛ أنَّ هذا وَقَعَ.

وقد روَى الإمامُ أحمدُ وصاحبا «الصحيحِ»[8]، مِنْ طريقِ الزُّهْرِيِّ، عن عبدِ الحميدِ بنِ عبدِ الرحمنِ بنِ زَيْدِ بنِ الخطَّابِ، عن عبدِ اللَّهِ [9]بنِ عبدِ اللَّهِ[9] بنِ الحارثِ

---

(1) بعده في ح: «إذا».
(2 - 2) سقط من: ص.
(3) في ح: «ونباتها».
(4) في ص: «تجافت».
(5 - 5) في ح: «كفنًا وسخًا». وفي م: «وسمًا». والدَّسِم: المطموس المُغَطَّى.
(6) أخرجه الطبري في تاريخه 1/ 458، 459 من طريق أسباط به. وانظر تفسير الطبري 2/ 587.
(7) التفسير 1/ 440.
(8) أحمد في المسند (1/ 194). البخاري (5729). مسلم (2219).
(9 - 9) سقط من النسخ، والمثبت من مصادر التخريج.

الحافظ ابن كثير
البداية والنهاية
منشورات مكتبة المعارف بيروت